Vol.4 No.3 2021

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

عوام الناس کی رائے میں، معاشرتی مسائل کا جائزہ، تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

AN ASSESSMENT OF SOCIAL ISSUES IN THE OPINION OF COMMON PEOPLE: IN THE LIGHT OF PROPHET'S TEACHING

طاہرہ سرور

پی ایچ ڈی سکالر (علوم اسلامیہ) یونیورسٹی آف مینجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور

ڈاکٹر عبد الرحمٰن خالد مدنی

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اسلامی فکر و تہذیب، یونیورسٹی آف مینجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور

Abstract

Islam is the religion of peace and security. Its teachings reflect its temperament. Islam taught the lesson of peace, benevolence and tolerance at a time when darkness, intolerance and hatred were prevailed in the society. Islam envisions the creation of a society in which everyone is bound to be treated with respect and kindness. Human dignity and religious tolerance are at the core of Islam. If we look at the twenty-three years of prophethood, every aspect of Prophet's life smells of peace and security.

Using both qualitative and quantitative methods in the research, the researcher in the first phase selected the authentic sermons of the Prophet on maintaining peace in a pluralistic society during the Prophet's time. The sermons were compiled on five basic aspects:social, political, ethical, economic, and communalteachings. In the second phase, public opinion was sought on what people know about maintaining peace in the light of Islam. In this regard, the opinion of five hundred people was sought, which included all kinds of people, such as people belonging to education institutions, including teachers, students, scholars, dignitaries, and people who belonged to some profession. Data were collected from urban and rural areas, male and female citizens in district Lahore.

The results of the research revealed that our people do not have the required knowledge about the kindness, rights and duties toward their fellowmen. They do not prefer self-sacrifice, rather give priority to their material interests. Only 50% of people provided correct opinion about the Islamic way of dealing with others. According to the researcher, the education system is the most basic tool for providing information and training, therefore, it should be based on the teachings of Islam mandatorily at all levels.

دین اسلام امن و سلامتی کا دین ہے۔ اس کی تعلیمات اس کے مزاج کی آئینہ دار ہیں۔ اسلام نے اس وقت امن، خیر خواہی اور رواداری کا سبق عام کیا، جب ہر طرف تاریکی، عدم برداشت اور نفرت پائی جاتی تھی۔ اسلام نے ایک ایسے معاشرے کی تشکیل کا تصور دیا ہے، جس میں ہر فرد کے ساتھ عزت و تکریم اور حسن سلوک کا پابند کیا گیا ہے۔ انسانی عزت و احترام اور مذہبی رواداری اسلام کی بنیادی فکر میں داخل ہے۔ آپ ﷺ کے تیئس سالہ دور نبوت کا جائزہ لیا جائے تو آپ ﷺ کی زندگی کے ہر پہلو، آپ ﷺ کی حیات طیبہ کے ہر گوشے اور آپ ﷺ کی عملی زندگی کی ہر فیصلے سے امن و سلامتی کی خوشبو آتی ہے۔ کبھی بھی آپ ﷺ نے بدامنی کی طرف قدم نہیں بڑھایا بلکہ قدم قدم پر رحم و کرم کے دریا بہا دیے۔

اگر اخلاق کو بنیادی اہمیت حاصل نہ ہو تو وہ مذہب کبھی بھی امن سلامتی کا داعی نہیں ہو سکتا۔ دین اسلام میں آپ کو بہبود و فلاح، رحم و کرم غریب، پروری، یتیم نوازی اور مساوات پسندی کے حوصلہ افزا دلائل نظر آیں گے۔

اس سلسلے میں عوام الناس کی رائے معلوم کی گئی کہ لوگ پائیدار امن اور اس کے مسائل کے بارے میں کیا معلومات رکھتے ہیں۔

جن میں ہر طرح کے لوگ شامل تھے مثلاً معاشرتی اداروں سے تعلق رکھنے والے لوگ جن میں اساتذہ، طلباء، علماء، کاروباری حضرات اور ایسے لوگ

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

بھی جو کسی پیشے سے تعلق نہیں رکھتے تھے، مختلف جگہوں سے تعلق رکھنے والے مرد و خواتین یعنی گاؤں اور دیہاتوں کے لوگ شامل تھے۔ محققہ نے لوگوں کی رائے اور خطبات نبوی ﷺ کی روشنی میں مندرجہ ذیل بحث پیش کی ہے۔

امن تبھی ممکن ہے جب مسلمان امن سے متعلق نبوی تعلیمات کو زیادہ سے زیادہ اپنی روزمرہ زندگی میں شامل کریں، اور ان کے خیالات دینی تعلیمات سے ہم آہنگ ہوں۔

عوام کی رائے سامنے لانے کے لیے (Factor wise) تقابلی جائزہ لیا گیا۔ اس کے علاوہ موضوع پر مرد و خواتین کا تقابل (Independent sample t test.) کے ذریعے کیا گیا۔

1۔ بیان؛ کمزور کو طاقت ور سے بدلہ نہیں دلوایا جاسکتا؛ کے بارے میں اکثر شرکائے سوال نامہ، (M=2.72,S.D=1.51) اس سے غیر متفق ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی رائے میں کمزور کو طاقت ور سے بدلہ دلوایا جاسکتا ہے یا بدلہ دلوانا چاہیے۔

یہ بیان اس لیے پیش کیا گیا کہ عدل و انصاف چونکہ معاشرے کا ایک اہم پہلو ہے۔ اور کسی بھی معاشرہ میں امن و امان قائم کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اور عدل و انصاف سب کے لیے برابر ہے، خواہ وہ امیر ہو یا غریب، کمزور ہو یا طاقتور کوئی تفاوت نہیں ہے۔

موجودہ معاشرہ میں یہ دیکھنے کے لیے کہ آیا اس کی عملی صورت موجود ہے۔ اس سلسلے میں عوام الناس کی رائے معلوم کی گئی کہ وہ اس کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں۔ لوگوں کی رائے سے جو نتائج سامنے آئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ (54.6 ٪) لوگ اس سے غیر متفق ہیں۔ یعنی وہ یہ سمجھتے ہیں کہ معاشرے میں غریب کو وہ حقوق حاصل نہیں ہیں جو امیر کو ہیں لہذا امیر اور غریب کے درمیان امتیازی سلوک روا رکھا جاتا ہے۔

جبکہ خطبات نبویؐ اور دیگر اسلامی مواد کا مطالعہ کرنے سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام کی نظر میں سب انسان برابر ہیں۔ اگر کسی کو کسی پر کوئی فوقیت یا برتری حاصل ہے تو صرف نیکی اور تقویٰ کی بنا پر ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

”کہ تم سب ایک عورت اور ایک مرد سے پیدا کیے گئے ہو، تم میں عزت والا وہ ہے جو نیک اور پرہیز گار ہے“ (1)

رسول اللہ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں یہ وضاحت فرمائی کہ ”تم سب آدمؑ کی اولاد ہو اور آدمؑ مٹی سے بنائے گئے تھے۔“ (2)

لہذا ثابت یہ ہوا کہ اسلام میں برتری کا معیار حسب نسب یا دولت نہیں بلکہ نیکی اور تقویٰ ہے جبکہ اس کی عملی صورت لوگوں کی رائے کے مطابق معاشرے میں بہت کم دکھائی دیتی ہے۔

2۔ بیان ’انسانی معاشرے میں باہمی تعاون بہت مشکل ہے‘ اس میں (M=2.27,S.D=1.33) کے ساتھ اکثریت غیر متفق ہے۔ لوگوں کے خیال کے مطابق معاشرے میں باہمی تعاون مشکل نہیں ہے۔

اس بیان کو پیش کرنے کا مقصد معاشرے میں باہمی تعاون پر لوگوں کی رائے معلوم کرنا تھا۔ کیونکہ کوئی چھوٹے سے چھوٹا معاملہ بھی باہمی تعاون کے بغیر ممکن نہیں ہوتا۔ انسان کو ہر جگہ خواہ گھر کے ہوں یا باہر کے معالات ایک دوسرے کے تعاون کی ضرورت تو ہوتی ہی ہے۔ انسان ایک دوسرے کی مدد کا محتاج رہتا ہے۔ اسی اہمیت کے تحت مختلف لوگوں سے اس کے بارے میں ان کے خیالات معلوم کرنے کی کوشش کی گئی کہ وہ کیا رائے رکھتے ہیں۔ تو (69.3٪) یعنی لوگوں کی اکثریت اس بات سے اتفاق نہیں کرتی ان کے خیال میں باہمی تعاون مشکل نہیں ہے اور جبکہ (27.9٪) لوگ ایسے بھی ہیں جو اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ باہمی تعاون بہت مشکل ہے۔ اور یہ سمجھتے ہیں کہ باہمی تعاون ممکن نہیں ہے۔ قرآن پاک اچھے کاموں کے لیے تعاون کی ترغیب دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کیا کرو لیکن گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون نہ کیا کرو۔“ (3)

ہجرت مدینہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین و انصار کو باہمی تعاون پر ابھارتے ہوئے یوں فرمایا۔ حضرت جابر سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”مہاجرین اور انصار کی جماعت! تمہارے کچھ ایسے بھائی بھی ہیں جن کے پاس مال ہے نہ کنبہ خاندان، پس تم میں سے کوئی دو یا تین فرد کو اپنے ساتھ ملالے۔“ (4)

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

3۔ آج ہماری مساجد اور آئمہ مساجد معاشرے کی بہتری کے لیے کوئی قابل ذکر کردار ادا کرنے سے محروم دکھائی دیتے ہیں' اس بیان کی(M=3.22,S.D=1.30)کے مطابق یہ واضح ہو رہا ہے کہ شرکاء کی اکثریت اس بیان سے اتفاق رائے رکھتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعتاً معاشرہ میں ایسا ہی ہو رہا ہے۔

یہ پہلو موجودہ حالات میں مساجد کی اہمیت کو جاننے کے لیے شامل کیا گیا ہے چونکہ اسلامی معاشرے میں مسجد کا فعال کردار ہے۔ مسجد سے مسلمانوں کا کسی نہ کسی حیثیت سے تعلق رہا ہے۔ لیکن اب جدید دور کے مشاغل کی وجہ سے کم ہوتا جا رہا ہے۔ ہمارے لیے مسجد اتحاد المسلمین، یک جہتی، ہم آہنگی، باہمی اخوت، محبت، انفرادی و اجتماعی، فلاح و بہبود، نظم و ضبط، روحانی تعلیم و تربیت اور جسمانی صحت، درس و تدریس اور فروغ اسلام کا مضبوط ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم یہ احساس زندہ کریں اور مسجد کو اس کا حقیقی مقام دیں۔ یہ معلوم کرنے کے لیے عوام الناس کی رائے لی گئی جس میں(51.6٪)لوگوں کی تعداد اس حق میں ہے کہ واقعی معاشرے میں مساجد اور آئمہ کرام وہ کردار ادا نہیں کر رہے ہیں جو ان کا اصل مقام ہے۔ جبکہ دوسری طرف تقریباً نصف فیصد لوگ مسجد کے اغراض و مقاصد سے ہی ناواقف ہیں۔ مسجد ان کے لیے صرف عبادت کی جگہ ہے۔ علمائے کرام کی ذمہ داری ہے کہ وہ فتنوں کے دور کے متعلق نبی کریم ﷺ کی راہنمائیاں، پیش گوئیاں اور احتیاطی تدابیر عوام کے سامنے لائیں۔ اپنے وعظ و تقریر کا موضوع قتل مسلم کی خطرناکی بنائیں تاکہ لوگوں کو اندازہ ہو کہ مسلمان کا قتل کتنا بڑا جرم ہے۔ علماء عوام میں محبت و الفت اور اخوت کو فروغ دیں۔ تنگ نظری کو ختم کر کے وسعت نظری پیدا کرنے کی تلقین کریں۔

بلاد اسلامیہ میں فتنہ و فساد اور شورشوں اور سازشوں سے عالمی سطح پر اسلام کا تاثر اچھا نہیں جاتا۔ امت کو ایسے اقدام کی ضرورت ہے جس سے لوگ اسلام کی قدر کریں اور قریب آئیں نہ کہ اسلام کی ایسی منظر کشی ہو کہ اغیار اس سے متنفر ہوں۔ اس سلسلے میں علماء بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ اور نبیوں نے اپنا وارث درہم و دینار کا نہیں بنایا بلکہ علم کا وارث بنایا تو جس نے علم حاصل کیا اس نے ایک وافر حصہ لیا۔" (5)

4۔' انسان اپنی زندگی میں جو بھی کرتا ہے اس کا بدلہ اسے ضرور ملتا ہے' اس بیان کے نتیجہ (M=3.79,S.D=1.27)سے واضح ہو رہا ہے کہ کچھ افراد اس بیان کے قائل اور متفق ہیں اور اسی طرح کچھ غیر متفق دکھائی دے رہے ہیں۔

اس بیان کو پیش کرنے کا مقصد عوام الناس سے چند اخلاقی برائیوں کا جیسے جھوٹ، حسد، کینہ، بغض، نفرت اور دوسروں پر ظلم و زیادتی کے بارے میں رائے معلوم کرنا تھی کہ لوگوں کے نزدیک یہ اخلاقی برائیاں کیسے تصور کی جاتی ہیں۔ کیونکہ یہ معاشرتی اخلاقی برائیاں ہیں جو کہ آج کل بہت معمولی سمجھی جاتی ہیں اور کوئی توجہ ان پر نہیں دی جاتی بلکہ یوں کہنا بھی غلط نہیں ہو گا کہ یہ برائیاں انسانوں کے عام معمول کا حصہ بن چکی ہیں چلتے پھرتے صبح سے شام تک نہ جانے کن سے کن سے ظلم و زیادتی ہو جاتی ہے اور پرواہ تک نہیں کرتے۔ اپنے مفاد کی خاطر نہ جانے کتنے لوگوں کی حق تلفیاں ہو جاتی ہیں۔ اس کے متعلق لوگوں کی(74.3٪)کثیر تعداد متفق ہے۔ اور چند یعنی(23.7٪)لوگ ایسا نہیں سمجھتے۔ اکثر لوگوں کا بھی یہی خیال ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ دنیا مکافات عمل ہے آج آپ کسی کی راہ میں پتھر رکھیں گے آنے والے وقت میں وہ آپ کی راہ میں پہاڑ بن جائے گا کہا جاتا ہے جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ اسلامی تعلیمات بھی اس کے متعلق بڑی واضح ہیں۔ حقوق العباد میں حسن خلق کا معاملہ بہت اہم ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان یوں ہے:

"اور بے شک آپ ﷺ بہت بڑے عمدہ اخلاق پر ہیں۔" (6)

حسن اخلاق میں یہ چیزیں آتی ہیں، خوش گفتاری، حسن کردار خاکساری، دوسروں سے خندہ پیشانی سے ملنا اور بات کرنا، نیز حرام سے بچنا، حلال کی طلب، اہل و عیال کے حقوق ادا کرنا اور ان سے حسن سلوک کرنا، اللہ کی مخلوق کا خوشی اور مصیبت دونوں حالتوں میں خیال رکھنا۔ اور نبی کریم ﷺ اس سلسلے میں ہمارے لیے سب سے اعلیٰ نمونہ ہیں۔ آپؐ کے قول و فعل میں مکمل آہنگی تھی، جس کام کا دوسروں کو حکم دیا وہ خود بھی کر کے دکھایا۔ حسن اخلاق کے برعکس بدخوئی ہے۔ بدخوئی سے پیش آنا برائی کی ابتدا ہے خوش اخلاقی کے جتنے فوائد ہیں، بدخوئی کے اتنے ہی نقصانات ہیں۔ سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ بدخوئی سچائی کے اظہار میں رکاوٹ بنتی ہے مثلاً استاد بدخو ہو تو شاگرد سوال پوچھنے کی ہمت نہیں کرے گا، جب کہ علم تو سوال پوچھنے سے آتا ہے۔ اسی طرح کسی بھی شعبے سے تعلق رکھتا ہو اگر وہ بدخو ہے تو لوگ اسے پسند نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بھی بتا

Vol.4 No.3 2021

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

یا جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر تم بد خو ہوتے تو لوگ تمہارے پاس اکھٹے نہ ہوتے لہٰذا ہر وقت اللہ کا خوف دل میں رہے اور کسی سے بھی ظلم و زیادتی نہ کی جائے دوسروں کے دکھ تکلیف کو محسوس کیا جائے جو چیز اپنے لیے پسند ہو وہ ہی دوسروں کے لیے بھی پسند کی جائے۔ آپ ؐ کا فرمان ہے: کہ "مظلوم کی بد دعا سے بچو کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہوتا۔"(7)

مطلب کسی کے دل سے نکلی آہ سیدھی اللہ کے عرش تک پہنچتی ہے اللہ کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے اگر فوراً نہیں تو بدیر اس کا بدلہ مل کے رہتا ہے۔ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: کہ "مظلوم کی پکار سے بچو، کیونکہ وہ بادلوں کے اوپر اٹھالی جاتی ہے اور اللہ جل جلالہ فرماتے ہیں: مجھے میری عزت اور جلال کی قسم! میں البتہ ضرور ضرور تیری مدد کروں گا اور اگرچہ تھوڑی دیر بعد کروں۔" (8)

اس سے یہ حقیقت اچھی طرح آشکار ہوگئی ہے کہ مظلوم اکیلا نہیں ہوتو بلکہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد ہوتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ بعض اوقات برے کی رسی ڈھیلی چھوڑی دیتا ہے تاکہ وہ مزید جرائم کرلے مگر جب پکڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی پکڑ بہت سخت ہے (نعوذ باللہ من ذالک)

5۔ ' زیادتی کو برداشت کرنا مناسب نہیں ' اس بیان سے (M=3.08,S.D=1.56) بھی یہی واضح ہو رہا ہے کہ چند افراد اس بیان سے متفق ہیں اور کچھ متفق نہیں ہیں۔

تحقیقی سوالنامے کا یہ بیان اخلاقی پہلو کو نمایاں کرتا ہے یہ عام بیان ہے اس میں دونوں صورتیں موجود ہو سکتیں ہیں کہ بعض اوقات زیادتی کو برداشت کیا بھی جاسکتا ہے جبکہ بعض جگہ نہیں بھی کیونکہ اس کا انحصار صورت حال پہ ہے۔ اگر کوئی شخص آپ کے ساتھ برائی سے پیش آتا ہے، آپ کو برا بھلا کہتا ہے۔ گالی گلوچ کرتا ہے۔ تو ایسی صورت حال میں تو اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ برائی کا جواب برائی سے نہ دو بلکہ اچھائی سے دو قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: "برائی کو اس طریقے سے دور کریں جو سراسر بھلائی والا ہو جو کچھ یہ بیان کرتے ہیں ہم بخوبی واقف ہیں۔" (9)

آپ ﷺ نے بھی یہی تعلیم دی ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے خطبے میں یہ طریقہ بتایا: کہ "تم اپنے طرز عمل کو لوگوں کے تابع بنا کر نہ رکھو یہ کہنا غلط ہے کہ لوگ بھلائی کریں گے تو ہم بھی بھلائی کریں گے اور لوگ ظلم کریں گے تو ہم بھی ظلم کریں گے۔ تم اپنے نفس کو ایک قاعدے کا پابند بناؤ۔ اگر لوگ نیکی کریں تو تم نیکی کرو، اور اگر لوگ بد سلوکی کریں تو تم ظلم نہ کرو۔" (10)

لیکن ار کوئی آپ کے دین پر حملہ کرے تو اس وقت اس زیادتی کو برداشت نہیں کیا جائے گا۔۔ لوگوں کی رائے سے یہ معلوم ہوا ہے کہ (54.4٪) لوگ تو اس سے اتفاق کرتے ہیں کہ زیادتی برداشت نہیں کرنی چاہیے صرف (17.5٪) لوگ اس سے اتفاق نہیں کرتے ان کے خیال کے مطابق معلوم ہوا ہے کہ زیادتی برداشت کرنی چاہیے۔ بہر حال اکثریت ان لوگوں کی جن کے نزدیک اینٹ کا جواب پتھر سے دینا چاہیے۔

اس سلسلے میں آپ ﷺ کا فرمان ہے: کہ "پہلوان وہ شخص نہیں جو دوسروں کو پچھاڑ دے، بلکہ پہلوان وہ شخص ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے۔" (11)

یہی وجہ ہے کہ صبر و تحمل سے کام نہیں لیا جاتا، دوسروں کو برداشت کرنے کا بھی حوصلہ نہیں رکھتے اور آئے دن ایسے ایسے وقعات پیش آتے رہتے ہیں جو معاشرے میں بد سکونی کا سبب بنتے ہیں۔

6۔ ' غیر مسلموں سے رواداری اور شائستگی سے پیش آنا چاہیے ' اس بیان سے (M=3.65,S.D=1.32) بھی یہی ظاہر ہو رہا ہے کہ چند لوگ اس بیان سے رضامند ہیں کہ ایسا ہونا چاہیے مگر بعض اس سے غیر متفق ہیں۔

اس بیان کو پیش کرنے کا مقصد کہ عوام الناس غیر مسلموں کے بارے کیا خیالات رکھتے ہیں اس سے یہ معلوم ہوا کہ (70.5٪) لوگ اس سے اتفاق کرتے ہیں اور صرف (24.7٪) لوگ اسے اتفاق نہیں کرتے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ لوگ اخلاقی روایات کو کافی حد تک سمجھتے ہیں۔

Vol.4 No.3 2021

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

کیونکہ اسلام نہ صرف غیر مسلموں کو جینے کا حق دیتا ہے بلکہ انہیں ان کے تمام جائز حقوق بھی فراہم کرتا ہے۔ دنیا کا کوئی مذہب غیر مسلموں کا اس قدر خیر خواہ نہیں ہے جس قدر اسلام ہے۔ اسلام نے اہل اسلام پر غیر مسلموں کے باقاعدہ حقوق عائد کیے ہیں تاکہ اسلام کی عظمت وفضیلت عیاں ہو سکے۔ اسلام غیر مسلموں سے اچھا برتاؤ کرنے کی تاکید کرتا ہے۔ لیکن کن غیر مسلموں سے اچھا برتاؤ کیا جائے؟ اس حوالے سے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"جن لوگوں نے تم سے دین کے معاملے میں لڑائی نہیں کی، اور تمہیں جلاوطن نہیں کیا، ان کے ساتھ اچھا سلوک واحسان کرنے اور منصفانہ برتاؤ کرنے سے اللہ تمہیں نہیں روکتا، بلکہ اللہ تو انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے، اللہ تمہیں صرف ان لوگوں کی محبت سے روکتا ہے، جنہوں نے تم سے مذہبی لڑائیاں لڑیں، اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا، اور تمہارے نکالنے میں ایک دوسرے کی مدد کی، جو لوگ ایسے کفار سے محبت کریں وہ قطعاً ظالم ہیں۔" (12)

غیر مسلم کو بطور مہمان ٹھہرایا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اور "اگر مشرکوں میں سے کوئی تجھ سے پناہ مانگے، تو اسے پناہ دے دو یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سنے، پھر اسے اس کی امن والی جگہ پر پہنچا دے۔ یہ اس لیے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو علم نہیں رکھتے۔" (13)

غیر مسلم کے میت کا بھی احترام کرنے کا حکم ہے ایک دفعہ آپ ﷺ کے سامنے سے ایک جنازہ گزرا تو آپؐ کھڑے ہو گئے بتایا گیا کہ ایک یہودی کا جنازہ ہے آپؐ نے فرمایا: "کیا یہ جان نہیں تھی؟" (14)

غیر مسلموں کو تحفہ دیا اور اس کا قبول بھی کیا جا سکتا ہے۔ سیدنا ابو حمید ساعدیؓ سے روایت ہے کہ "ایلہ (علاقہ) کے بادشاہ نے رسول کریمؐ کی خدمت میں ایک سفید خچر تحفہ بھیجا اور آپؐ نے اسے ایک چادر عطا فرمائی۔" (15)

غیر مسلم بیمار ہو جائے تو اس کی تیمارداری کرنی چاہیے۔ کیونکہ اس سے دل نرم ہوتے اور اسلامی دعوت کے دروازے کھلتے ہیں۔

مدینہ میں آباد بنو نجار قبیلہ نبی ﷺ کا ننھیال تھا سیدنا انسؓ کہتے ہیں: "اس قبیلے کا کوئی آدمی بیمار ہو گیا تو نبی ﷺ عیادت کے لیے تشریف لے گئے (دوران گفتگو) اس سے فرمایا: "میرے ماموں! آپ لا الہ الا اللہ پڑھ لیں، اس آدمی نے سوال کیا میں آپؐ کا ماموں ہوں یا چچا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ماموں۔ پھر فرمایا کلمہ پڑھ لیں۔ اس نے دریافت کیا، یہ میرے لیے بہتر ہے؟ آپؐ نے جواب دیا، جی ہاں۔" (16)

اس کے علاوہ غیر مسلموں کے جائز کھانے بھی کھائے جا سکتے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ غیر مسلموں سے رواداری سے پیش آنا چاہیے۔۔

7۔ بیان' ایک فلاحی ریاست اپنے شہریوں کے جان و مال کے تحفظ کو اولین ترجیح قرار دیتی ہے (M=3.75 , S.D = 1.35) سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ لوگوں کی اکثریت اس سے متفق ہے جس سے اس خیال کی تائید ہو رہی ہے کہ شہریوں کے جان و مال کا تحفظ ایک فلاحی ریاست کی ذمہ داری ہے۔

اس بیان کو پیش کرنے کا مقصد عوام الناس کی رائے معلوم کرنا تھی کہ وہ ریاست کے حقوق و فرائض کے متعلق کیا معلومات رکھتے ہیں۔ کیونکہ خواہ کوئی بھی حکومت یا ریاست ہو تو اس کے اندر رہنے والے لوگوں کی جان و مال کی حفاظت کرنا حکومت کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اور اسلامی ریاست جس کو فلاحی ریاست بھی کہا جاتا ہے تو وہ تو بدرجہ اولیٰ اس کی حق دار ہے اور اس پر بہت زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کی جان و مال اور عزت کو تحفظ فراہم کرے۔ یہاں (71.5٪) لوگ اس سے متفق ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زیادہ تر لوگ اسلامی فلاحی ریاست سے یہی توقع رکھتے ہیں۔ اگر اسلامی فلاحی ریاست کا جائزہ لیا جائے تو وہاں مکمل طور پر یہی نظر آتا ہے۔ لیکن موجودہ دور کی اسلامی حکومتیں اپنے فرائض سے غافل دکھائی دیتی ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنے خطبے میں یہ وضاحت فرمائی: کہ "تم میں سے ہر ایک نگران ہے، اور اس کے ماتحتوں کے متعلق اس سے سوال ہو گا۔۔۔" (17)

اسلامی ریاست اپنے شہریوں کے حقوق کی محافظ ہوتی ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ حضرت مقدامؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کہ "جس نے اپنے پیچھے ترکہ چھوڑا، وہ اس کے وارثوں کا حق ہے اور جو قرض یا ایسے پسماندگان چھوڑ کر مرا جن کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے، اس کی ذمہ داری میری ہے اور میں ہر اس کا سرپرست ہوں جس کا کوئی سرپرست نہ ہو۔ اس کی گردن بھی چھڑاؤں گا اور اس کا وارث بھی ہوں گا۔" (18)

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

چنانچہ شہریوں کی تعلیم، صحت، غذا، تحفظ، عزت وناموس کی حفاظت جیسے بنیادی حقوق کو یقینی بنانا اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔

8 ۔ فرقہ واریت کا موضوع علماء کرام کی نظر میں انتہائی اہمیت کا حامل ہے' اس بیان کے جو اعداو شمار (M=2.99,S.D=1.45) معلوم ہوئے ان سے صاف پتا چل رہا ہے کہ اکثریت اس بیان سے متفق نہیں۔

یہ بیان اس لیے پیش کیا گیا کہ آج موجودہ دور میں بہت سے گروہ اور جماعتیں بن چکی ہیں۔ جو اپنا سکہ منوانے کے لیے اور دوسروں کو نیچا دکھانے کے لیے ہر ممکن حربے استعمال کر رہے ہیں وہ خواہ سیاسی جماعتیں ہوں یا دینی جماعتیں جبکہ دینی راہنماؤں کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ لوگوں کو متحد کریں، اتفاق واتحاد کی اہمیت واضح کریں مگر بد قسمتی سے وہ خود ایک دوسرے کے عیب تلاش کرنے اور اس کی تشہیر کرنے میں مصروف عمل دیکھائی دیتے ہیں اور بجائے اس کے کہ وہ لوگوں کو اسلامی تعلیمات اور ایسے مسائل سے روشناس کرائیں وہ اپنے اپنے مسائل میں الجھ کر رہ گئے ہیں۔ وہ اپنے خطبات اور تقاریر میں دوسرے گرہوں کے مذاق اڑاتے ہیں۔ چنانچہ اس کے بارے میں عوام الناس کی رائے معلوم کی گئی تو جو نتائج سامنے آئے ان سے اس کی مزید وضاحت ہوگئی کہ نصف سے کم یعنی (48.4٪) لوگ اس سے اتفاق رکھتے ہیں اور (45.8٪) اس بیان سے غیر متفق ہیں جبکہ آپ ﷺ نے تفرقہ بازی سے دور رہنے کی نصیحت فرماتے ہوئے اپنے خطبے میں وضاحت فرمائی : "خدا کی رسی مل جل کر مضبوطی سے تھامے رکھو۔ اور ان کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے تفرقہ اور اختلافات کیا۔" [19]

9 ۔ بیان' ذمی کے لیے بھی ترقی کے مواقع مسلمانوں کی مثل ہیں' اس بیان کے اعداد و شمار (M=3.23,S.D=1.32) سے ظاہر ہوتا ہے کہ شرکائے سوالنامہ کی اکثریت ذمی کو ترقی مواقع دینے پر متفق ہے جبکہ چند لوگ غیر متفق ہیں۔

ذمی یعنی ایسے لوگ جو معاہدے کے تحت اسلامی سلطنت میں رہائش پذیر ہوتے ہیں۔ ان کے تمام حقوق پورے کرنا اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے ان کے جان ومال کا تحفظ ریاست کے ذمے ہے۔ اگر وہ اپنی صلاحیتوں کے بل بوتے پہ ترقی حاصل کرنا چاہیں تو کوئی ان کے راستے کی رکاوٹ نہیں بن سکتا اور نہ روک سکتا ہے نہ ان پر اسلامی ریاست ظلم وتشدد کرنے کی مجاز ہے۔ اس کے بارے میں عوام الناس کی رائے معلوم کرنے کے لیے تحقیقی سوالنامے میں یہ بیان پیش کیا گیا جس میں تقریباً (49.0٪) لوگ اس سے اتفاق رائے رکھتے ہیں جبکہ (31.9٪) لوگ اس کے خلاف ہیں ان کے نزدیک زمیوں کو ترقی کے مواقع دینا مناسب نہیں اور باقی ماندہ لوگوں نے ویسے ہی کوئی جواب نہیں دیا اس سے واضح ہوتا ہے کہ عوام الناس اس کے بارے میں بہت کم شعور رکھتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کہ "خبردار جو شخص کسی معاہد پر ظلم کرے گا، یا اس کے حقوق میں کمی کرے گا، یا اس کی طاقت سے زیادہ اس پر بار ڈالے گا، یا اس سے کوئی چیز اس کی مرضی کے خلاف وصول کرے گا، اس کے خلاف قیامت کے دن میں خود مستغیث بنوں گا۔" [20]

10 ۔ بیان' امراء اور صاحب ثروت کی کنجوسی قابل مزمت ہے' اس بیان کے نتائج (M=3.44,S.D=1.37) سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ سوائے چند لوگوں کے اکثریت اس بیان پر متفق ہے کہ امراء اور صاحب ثروت کی کنجوسی حقیقتاً قابل تحسین بات نہیں ہے۔

اسلام میں بخیلی اور کنجوسی کو ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے اور مال ودولت جمع کر کے رکھنا اور ضرورت مندوں کی مدد نہ کرنا قابل مزمت ہے قرآن پاک میں بے شمار مقامات پر بخل اور کنجوسی کی تردید کی گئی ہے اگر کوئی شخص صاحب ثروت ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے مال ودولت سے نوازا ہے اسے اس نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور صدقہ وخیرات کی صورت میں دوسروں کی مدد کرے دوسروں کی بھی ضروریات زندگی کا خیال رکھے کیونکہ مال ودولت کا جمع کرنا اور اسے خرچ نہ کرنا قیامت کے دن عذاب کی شکل میں مبتلا کردے گا۔ ویسے بھی مال دنیا میں آزمائش کے طور پر دیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کا ایک طویل خطبہ ہے جس میں آپ ﷺ نے ہلاک کرنے والے تین گناہوں کا ذکر فرمایا اور ان میں سب سے پہلے اس چیز کا ذکر فرمایا: کہ "تین گناہ ہلاک کرنے والے ہیں، جس میں اول بخیلی اور حرص ہے۔۔" [21]

چنانچہ (54.6٪) لوگوں کی رائے میں بخیلی اور حرص قابل مزمت ہے لیکن (24.5٪) لوگ اس سے متفق ہیں اور تقریباً (30.1٪) لوگوں نے کوئی جواب نہیں دیا لاعلمی کا اظہار کیا ہے

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

11 ۔ اپنے مال ودولت میں دوسروں کو شریک کرنا ضروری نہیں' اس بیان کے اعدادوشمار(M=2.07,S.D1.27) بھی یہی ظاہر کر رہے ہیں کہ زیادہ تر لوگ اس سے اتفاق نہیں کرتے کیونکہ ان کے خیال کے مطابق یہ مناسب نہیں بلکہ دوسروں کو اپنے مال ودولت میں شریک کرنا ضروری ہے۔

تحقیقی سوالنامے میں معاشی پہلو کا یہ بیان بھی دانستہ طور پر منفی پیش کیا گیا ہے۔ عوام الناس کی رائے معلوم کرنے کے لیے کہ وہ دوسرے انسانوں کے لیے ایثار، قربانی، اور محبت، ہمدردی کے کیا جذبات رکھتے ہیں۔ کیونکہ اسلام ضرورت مندوں اور محتاجوں کی مدد کا حکم دیتا ہے۔ غریب، مسکین، یتیم اور بیواؤں کی مدد کرنے کو پسند کرتا ہے اسلام میں دولت جمع کرنے کا تصور نہیں ہے بلکہ مال ودولت کو گردش میں رکھنے کے لیے زکوۃ، صدقات وغیرہ کا حکم دیا گیا ہے مال دار آدمی اپنے مال ودولت سے مقررہ حصہ نکال کر اس میں دوسرے لوگوں کو شامل کرنے کا حکم ہے۔ اس کے بارے میں زیادہ تر لوگ اتفاق نہیں کرتے یعنی (73.3٪) لوگ اس سے غیر متفق ہیں صرف (22.9٪) لوگوں نے اس پر اتفاق کیا ہے لہذا اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ لوگوں کے خیال کے مطابق دوسروں کو بھی اپنے مال ودولت میں شریک کیا جانا چاہیے اس سلسلے میں مندرجہ ذیل خطبہ مکمل طور پر راہنمائی کرتا ہے۔ حضرت ابو امامہ صدی بن عجلان باہلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: کہ آپؐ حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ سے ڈرو، اپنی پانچوں (فرض) نمازیں ادا کرو، اپنے (رمضان کے) مہینے کے روزے رکھو، اپنے مالوں کی زکوۃ ادا کرو اور اپنے حاکموں کی اطاعت کرو، تم اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے"[22]

یہ رسول اللہ ﷺ کا طویل خطبہ ہے جس سے مطلوبہ اقتباس لیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے اس خطبہ میں صدقہ وخیرات کی اہمیت کی وضاحت فرمائی۔

12۔ 'ذاتی مفاد کو اجتماعی مفاد پر ترجیح دی جائے' اس بیان کے نتیجہ (M=2.79,S.D=1.60) سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ اس بیان سے لوگ اتفاق نہیں کر رہے وہ اس سے غیر متفق ہیں۔

اس بیان کو پیش کرنے کا مقصد یہ تھا کہ معاشرے میں موجودہ صورت حال کو دیکھا جائے کہ لوگ کس طرح افراتفری کا شکار ہیں اور صرف اپنے فائدے کی خاطر دوسروں کو نقصان پہنچانے سے بھی گریز نہیں کرتے ہر طرف اپنی دوڑ میں لگے ہوئے ہیں۔ اس بیان کو تحقیق سوالنامے میں پیش کرنے کا مقصد لوگوں کے خیالات کو جاننا تھا کہ وہ معاشرے کے دوسرے لوگوں کے ساتھ کیا احساسات رکھتے ہیں ان کی رائے سے جو نتائج سامنے آئے، اس میں تقریباً نصف کے قریب (46.0٪) لوگ اس کے قائل ہیں وہ یہی خیال رکھتے ہیں کہ صرف اپنے فائدے کو پیش نظر رکھو دوسروں کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں جبکہ (49.4٪) ایسے بھی ہیں جن کے نزدیک یہ ہے کہ صرف اپنا فائدہ ہی نہیں بلکہ دوسروں کے فائدے کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔ اس نتائج سے ظاہر ہوتا ہے کہ عوام الناس میں ایثار و محبت کے جذبات کا فقدان ہے لالچ اور خود غرضی کے جذبات فروغ پا رہے ہیں۔ جبکہ اسلام ہمیں ایثار اور محبت واخوت کا درس دیتا ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"اگرچہ وہ ضرورت مند بھی ہوں تو وہ دوسروں کو اپنے مفاد پر ترجیح دیتے ہیں"[23]

آپ ﷺ کا درجہ ذیل خطبہ بھی یہی وضاحت کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جس کا مفہوم یہ ہے۔ کہ "حضرت مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ دو بھوکے بھیڑیے جنہیں بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیا جائے، بکریوں کو اتنا نقصان نہیں پہنچاتے جتنا آدمی کے دین کو مال کی حرص اور بڑا بننے کی چاہت نقصان پہنچاتی ہے۔"[24]

چنانچہ لوگوں کو آسانیاں فراہم کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ معاشرے میں بدامنی اور بے چینی پیدا نہ ہو۔۔

13۔ امیر غریب کے لیے دہرا معیار انصاف کی فراہمی میں رکاوٹ ہے' اس بیان میں حاصل کردہ نتائج (M=3.70,S.D=1.37) یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ کچھ لوگ اس بیان سے متفق ہیں جبکہ کچھ غیر متفق ہیں۔

اس بیان سے مراد یہ ہے کہ امیر اور غریب کے درمیان عدل وانصاف کا معیار الگ الگ ہے اور غریب کو وہ انصاف میسر نہیں جو امیر کو ہے تحقیقی سوالنامے میں اس بیان کو لوگوں کا امیر وغریب میں انصاف کی فراہمی کے بارے میں رائے معلوم کرنے کے لیے پیش کیا گیا۔ اس سے (69.8٪) لوگ متفق ہیں اور (25.7٪) لوگ اتفاق نہیں رکھتے تقریباً نصف سے زیادہ لوگ اس کے بارے مثبت رائے رکھتے ہیں۔ لہذا عدل وانصاف غریب اور طاقت ور کے لیے الگ الگ

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

نہیں بلکہ یکساں قانون ہونا چاہیے۔۔رشوت ستانی،اورمال و منصب عدل فراہم کرنے میں آڑ نہیں بننے چاہیئں۔ مجبور و مظلوم کی دادرسی ہونی چاہیے اور ظالم کی مذمت اور سزا کو یقینی بنایا جائے اور یہ روش ختم ہونی چاہیے کہ سالہاسال تک لوگ حصول انصاف کے لیے عدالتوں کے چکر کاٹتے رہیں۔عدل کے اداروں کو عام لوگوں کے لیے امن اور امید کی علامت ہونا چاہیے نہ کہ خوف اور دہشت کی۔عدل ایسا ہو کہ اس کی نظر میں بہ حیثیت انسان سب ایک جیسے ہوں تبھی اس معاشرے میں ظلم کا خاتمہ ہو سکتا ہے ایسے قابل تقلید عدل کا نمونہ رسول کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے پیش کرکے دکھایا ہے۔بنو مخزوم کی ایک عورت نے چوری کرلی۔اب اسلامی نظام عدل کے مطابق اس کا ہاتھ کاٹا جانا تھا،لیکن اس کے قبیلے والوں نے اس کو اپنی عزت کا مسئلہ سمجھا اور اس تگ و دو میں لگ گئے کہ اسے سزا نہ ملے۔اس سلسلے میں انہوں نے رسول اللہؐ کے پیارے صحابی سیدنا اسامہ بن زیدؓ کا انتخاب کیا کہ وہ آپ ﷺ سے اس بارے میں سفارش کریں،کیونکہ اور کسی کو بھی اس کی جرأت نہیں ہو رہی تھی۔چنانچہ جب سیدنا اسامہؓ نے نبی کریم ﷺ سے اس سلسلے میں بات کی تو سخت غصے کے باعث آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا اور خطبہ فرمایا:

"کیا تم اللہ کی حدود میں سے ایک حد کے بارے میں سفارش لے کر آئے ہو؟ پھر آپ ﷺ اٹھے،خطبہ دیا اور فرمایا:اے لوگو!تم سے پہلے لوگوں کو اسی چیز نے تباہ کر ڈالا کہ جب ان کا کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب ان میں سے کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حد نافذ کرتے۔اللہ کی قسم!اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔" (25)

اس پر سیدنا اسامہؓ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول مجھ سے غلطی ہو گئی لہذا میرے لیے بخشش کی دعا فرمادیجے

14 ۔اختلاف رنگ و نسل کی بناپر فیصلے میں تفریق ضروری ہے' اس بیان کے اعداد(M=1.98,S.D=1.31)یہ ہیں جو واضح کر رہیں کہ اکثریت اس بیان سے متفق نہیں صرف چند افراد اس بیان سے اتفاق رائے رکھتے ہیں۔

یہ بیان جان بوجھ کر منفی لایا گیا کیونکہ اسلام میں رنگ و نسل کا اختلاف کوئی معنی نہیں رکھتا بلا تخصیص رنگ و نسل سب انسان برابر ہیں۔اس بیان کو لانے کا مقصد عوام الناس کی عام معلومات کو جاننا تھا کہ وہ انسانوں میں مساوات،ہمدردی اور اخوت کے کیا جذبات رکھتے ہیں۔تو لوگوں نے اس کے بارے میں کچھ اس طرح کی رائے کا اظہار کیا۔(73.3٪)لوگ اس سے غیر متفق ہیں اور صرف(19.3٪)لوگوں نے اس سے اتفاق کیا ہے۔جس سے ظاہر ہوتا ہے لوگوں کی زیادہ تعداد رنگ و نسل کی تخصیص کی قائل نہیں ہے یعنی انسانوں میں باہم مساوات کے خواہ ہیں نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں میں اخوت کا جذبہ پیدا فرمایا۔یہ جذبہ موجود ہو تو حقوق العباد کی آدائیگی میں بہت آسانی رہتی ہے۔آپؐ نے مسلمانوں میں رحم کا جذبہ پیدا کیا اخوت مساوات حقوق العباد میں شامل ہے اسلامی تعلیمات میں اخوت و مساوات پر بہت زور دیا گیا ہے۔مطلب یہ کہ کسی کو کسی پر فضیلت نہیں۔فضیلت اگر ہے تو تقوی کی بنیاد پر ہے ہر مسلمان کا دوسرے مسلمان پر یہ حق ہے کہ سماجی،معاشرتی زندگی میں مساوی رتبہ دیا جائے اور اقتصادی میدان میں آگے بڑھنے کا مساوی موقع دیا جائے۔رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:کہ "تم سب کا باپ ایک ہی ہے یعنی تم سب آدم کی اولاد ہو۔خبردار کسی عربی کو عجمی پر فضیلت حاصل نہیں،اور نہ کسی عجمی کو عربی پر۔نہ کسی گورے کو کالے پر اور نہ کالے کو گورے پر۔فضیلت ہے تو تقویٰ کی بنیاد پر ہے۔" (26)

15۔معاملات میں روحانیت سے زیادہ مادیت پر ترجیح دینی چاہیے' اس بیان کے(M=2.43,S.D=1.44)سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ صرف چند افراد اس بیان سے متفق ہیں جبکہ اکثریت اس سے غیر متفقق ہے ان کے نزدیک روحانیت پر مادیت کو ترجیح نہیں دینی چاہیے۔

یہ بیان بھی منفی معنی میں لایا گیا ہے،کیونکہ اسلام میں روحانیت پر مادیت کو ترجیح نہیں دی جا سکتی۔اس بیان کو اس لیے لایا گیا کہ لوگوں کی،حرص،لالچ،خود غرضی جیسی برائیوں کے بارے میں معلومات حاصل کی جائیں۔جس میں (32.9٪)لوگ اس سے اتفاق رکھتے ہیں کہ ترجیح دینی چاہیے جبکہ (60.2٪) لوگ اس کے خلاف ہیں ان کے نزدیک مادیت کا جذبہ روحانیت پر غالب نہیں ہونا چاہیے۔جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ زیادہ تر لوگ مادیت کو ترجیح نہیں دینا چاہتے۔چونکہ اسلام ایک معتدل دین ہے یہ ہر معاملے میں اعتدال کا قائل ہے اگر دیکھا جائے تو مغربی تہذیب صرف مادی ہے روحانیت سے اس کا کوئی تعلق نہیں جبکہ اسلامی تہذیب روحانی بھی ہے اور مادی بھی مطلب نہ تو اسلام میں رہبانیت ہے کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر جنگلوں میں نکل جاؤ اور دنیا کی آسائشوں سے مکمل طور پر

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

علیحدگی اختیار کرلو یا پھر دنیا کی رنگینیوں میں کھو جاؤ ایسا نہیں ہے۔ لیکن آج کے اس جدید دور میں مادیت کی طرف دوڑ لگی ہوئی ہے۔ بہت سے ایسے معاشرتی معاملات ہیں جن میں نفس کا عمل دخل بہت بڑھا ہوا ہے اور اس کی آواز ہمیں ان الفاظ میں سنائی دیتی ہے کہ ؛لوگ کیا کہیں گے؛ ہر چیز میں دکھلاوا آگیا ہے خواہ شادی بیاہ کا موقع ہو یا کفن دفن کا یہی دیکھا جاتا ہے کہ اگر ایسا نہ کیا تو لوگ کیا کہیں گے۔ جبکہ اسلام میں ہر معاملے میں میانہ روی اختیار کرنے کا حکم ہے۔ خرچ کرنے پر بھی حکم دیا گیا۔ زیادہ اور فضول خرچ کرنے کو اسراف اور ضرورت کے تحت خرچ نہ کرنے کو بخل کہا گیا ہے یعنی دونوں صورتوں میں اعتدال رکھنے کا حکم ہے۔ اسی طرح عبادت کا معاملہ ہو اس میں بھی ایسا عمل زیادہ پسندیدہ سمجھا جاتا ہے جس میں ہیشگی پائی جائے یعنی اتنا کام کرو جس پر ہمیشہ قائم رہ سکو ہر صورت توازن کو قائم رکھنا ہے اگر نہ رہے تو معاملات بگڑ جاتے ہیں۔ اسی طرح دنیا کی بجائے آخرت کو ترجیح دی جائے کیونکہ دنیا میں تو اللہ نے انسان کا رزق مقرر رکھا ہے وہ تو اسے مل کر ہی رہنا ہے۔ اس کو جائز اسباب اختیار کر کے حاصل کرنے کا حکم ہے اس کا یہ بھی مطلب ہر گز نہیں کہ انسان یہ سمجھے کہ جو مقدر میں ہے وہ مل جائے گا اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائے اس سلسلے میں محنت اور جائز ذرائع استعمال کر کے رزق حلال کمانے کا بھی حکم دیا گیا ہے۔ لیکن آخرت انسان نے دنیا میں رہ کر خود بنانی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں جابجا اس کا ذکر فرمایا ہے اور آخرت کی کامیابی کو اصل کامیابی قرار دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی فرمایا کہ ؛دنیا آخرت کی کھیتی ہے؛ اس سے یہ ظاہر ہوا کہ اس دنیا میں جو عمل کریں گے قیامت کے دن اسی کا صلہ پائیں گے الغرض کوئی بھی عمل اللہ کی توفیق کے بغیر ممکن نہیں ہوتا انسان کا کام صرف کوشش اور محنت کرنا ہے بس یہ ذہن میں کہ یہ کوشش اور محنت مثبت ہو منفی نہیں اور صرف دنیا نہیں آخرت کو سنوارنے کی کوشش کی جانی چاہیے۔ اور جہاں لگے کہ آخرت کے آڑے دنیا آرہی ہے تو پھر انتخاب آخرت ہونا چاہیے یعنی دنیا خراب ہو تو خیر آخرت خراب نہیں ہونی چاہیے۔ آپ ﷺ کا درجہ ذیل خطبہ بھی اسی سلسلے میں ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ اپنے خطبے میں آپ ﷺ نے فرمایا:

"لوگو! کیا تم شرم لحاظ نہیں کرتے، لوگوں نے کہا حضورؐ کیسے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تم وہ جمع کر رہے ہو جو کھا نہیں سکتے، اور وہ بنا رہے ہو جو بسا نہیں سکتے، اور وہ آرزوئیں کر رہے ہو، اور وہ امیدیں باندھ رہے ہو جو پا نہیں سکتے تم اس سے شرماتے نہیں؟۔" (27)

گویا آپ ﷺ نے اس خطبہ میں دنیا کی بے ثباتی کا ذکر فرمایا ہے۔

خلاصۃ البحث:

اس طریقے سے مختلف کتابوں سے استفادہ کرتے ہوئے جتنے بھی ایسے خطبات تھے، جو پانچ بڑے موضوعات: معاشرتی، سیاسی، اخلاقی، معاشی اور معاملاتی موضوعات کا احاطہ کرتے تھے۔ ان تمام موضوعات پر مبنی خطبات اور اقوال کو ان کے حوالوں کے ساتھ منتخب کیا۔ اور ان کی تشریح و توضیح بتاتے ہوئے مفاہیم کی شکل میں پیش کیا گیا۔

پاکستان اسلام کے نام پر معرض وجود میں آنے والی واحد نظریاتی ریاست ہے۔۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا اسلامی فلاحی ریاست میں اسلامی قوانین خطبات رسول کی روشنی میں بنائے جاتے چونکہ رسول اللہ ﷺ کی ذات تمام جہان کے لیے سراپا رحمت اور کامل نمونہ ہے اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات زندگی کے تمام مراحل میں راہنمائی فراہم کرتی ہے۔ اور آپ ﷺ کے خطبات ان تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتے ہیں خواہ معاشرتی پہلو ہوں، اخلاقی ہوں، سیاسی ہوں، معاشی ہوں یا پھر مماملت سے متعلقہ ہوں۔ تمام پہلوؤں میں خطبات نبویؐ میں راہنمائی موجود ہے لیکن ہمارے معاشرے میں کہیں بھی کسی پہلو میں بھی اسلامی تعلیمات کا وجود نظر نہیں آتا، جس کی بنا پر معاشرہ پستی کی جانب بڑھ رہا ہے۔ ذات پات کا نظام، امیر و غریب کے درمیان انصاف میں تفریق، جھوٹ، چوری، ڈاکہ، رشوت خوری، بدعنوانی، زناکاری اور قتل و غارت جیسے واقعات رونما ہو رہے ہیں۔ ایک دوسرے کے حقوق غصب کیے جاتے ہیں۔ بھائی بھائی کا دشمن بن چکا ہے۔ معاشرہ اخلاقی گراوٹ کا شکار ہو کر اندھے گڑھے میں گر چکا ہے اور اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مار رہا ہے جہاں سے روشنی حاصل کر کے منزل مقصود پر پہنچنے کے لیے راستہ تلاش کرنا تھا وہی راستہ مسدود کر دیا، اب روشنی کہاں سے ملے؟ کیوں کہ اسلام کے بنیادی مقصد امن کو پس پشت ڈال دیا گیا۔

تحقیقی نتائج سے ثابت ہوا کہ ہمارے عوام کو اپنے لوگوں سے حسن سلوک، حقوق و فرائض اور اکرام وایثار کے بارے مطلوبہ علم نہیں ہے۔ صرف پچاس فیصد لوگ ہی اسلامی طریقہ معاشرت کے بارے درست رائے دے سکتے ہیں۔ محقق کے نزدیک معاشرت کے بارے معلومات اور تربیت دینے کے لیے نظام تعلیم سب سے بنیادی ہتھیار ہے۔

حوالہ جات

1۔ سورۃ الحجرات، آیت: 13 ۔

2۔ امام احمد بن حنبل، مسند احمد، المکتبۃ الامام البخاری، 1990، 5/411۔

3۔ سورۃ المائدہ، آیت :2۔

4۔ الحاکم، متدرک حاکم، دار العلمیہ بیروت، 1423ھ : 1123۔ اور الشیخ البانی نے اسے صحیح الجامع الصغیر، المکتب الاسلامی، 1434ھ :(7979) ۔ اور السلسلۃ الصحیحہ، دار التراث الاسلامی، 2009ء :(309) صحیح قرار دیا ہے۔

5۔ ابو داؤد، سنن ابو داؤد، کتاب العلم، باب فی فضل العلم، حدیث 1: 364، المکتبۃ النصحیحۃ، 2019ء۔

6۔ سورۃ القلم، آیت : 4۔

7۔ محمد بن اسماعیل، ابو عبداللہ، البخاری، صحیح بخاری، کتاب المظالم، باب الاتقاء والحذر من دعوۃ المظلوم :2448، دار الغد، 2016ء۔

8۔ ابن حبان، صحیح ابن حبان، دار المعارف، 1952ء : 2409 ۔ شیخ البانی، سلسلہ احادیث صحیحہ، دار التراث الاسلامی، 2009ء : 870۔

9۔ سورۃ المؤمنون، آیت: 96

10۔ ابو عیسیٰ الترمذی، جامع ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی الاحسان والعفو، حدیث: 2/2007، دار ابن بشیر، 2018ء

11 محمد بن اسماعیل، ابو عبداللہ، البخاری، صحیح بخاری، کتاب الادب، باب الحذر من الغضب، حدیث: 6114، دار الغد، 2016ء

12 ۔ سورۃ الممتحنہ، آیت : 8۔9۔

13 ۔ سورۃ التوبۃ، آیت: 6۔

14۔ محمد بن اسماعیل، ابو عبداللہ، البخاری، صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب من قام لجنازۃ یہودی، حدیث: 1312 ، دار طوق النجاۃ، 1422ھ۔

15۔ محمد بن اسماعیل، ابو عبداللہ، البخاری، صحیح بخاری، کتاب الھبۃ و فضلھا والتحریض علیھا، باب قبول الھدیۃ من المشرکین، حدیث: 3161، دار الغد، 2016ء۔

16۔ امام احمد بن حنبل، مسند احمد، المکتبۃ الامام البخاری، 1990ء :3/152۔

17۔ محمد بن اسماعیل، ابو عبداللہ، البخاری، صحیح بخاری، کتاب الجمعۃ، باب الجمعۃ فی القریٰ والمدن، حدیث: 893، دار طوق النجاۃ، 1422ھ۔

18۔ ابو داؤد، سنن ابو داؤد، کتاب الفتن، باب میراث ذوی الارحام، حدیث: 2899، المکتبۃ النصحیۃ، 2019ء۔ امام احمد بن حنبل، مسند احمد، المکتبۃ الامام البخاری، 1990ء : 4/123۔

19 طبرانی، سلیمان بن احمد، المعجم الکبیر، مکتبہ ابن تیمیہ، قاہرہ، 1994ء: 17/12۔

20۔ ابو داؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الخراج والفئی والامارۃ، باب تعشیر اھل الذمۃ اذا اختلف بالتجارات، حدیث: 3052، المکتبۃ النصحیۃ، 2019ء۔

21۔ بزار نے روایت کی ہے کہ صحیح الترغیب والترہیب، مکتبۃ المعارف، الریاض، 1980ء: 453 ۔ و صحیح الجامع الصغیر، المکتب السلامی، 1408ھ : 3054 پہ شیخ البانی نے اس حدیث کو حسن لغیرہ قرار دیا ہے۔

22 ۔ ابو عیسیٰ الترمذی، جامع ترمذی، الجمعۃ۔۔۔ باب ماذکر فی فضل الصلاۃ، حدیث: 616، دار ابن بشیر، 2018ء۔

23 ۔ سورۃ الحشر، 5 آیت : 9۔

24۔ ابو عیسیٰ الترمذی، جامع ترمذی، کتاب الزہد، باب ماذئبان جائعان ارسلا فی غنم، حدیث: 2376، دار الکتب العلمیۃ، 1426ھ۔

25۔ مسلم بن الحجاج، ابو الحسن، القشیری، صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب چوری کرنے والے معزز اور معمولی آدمی کا ہاتھ کاٹنا اور حدود میں سفارش کرنے کی ممانعت، حدیث: 4410، دار احیاء التراث العربی۔ بیروت، 1426ھ۔

26 ۔ امام احمد بن حنبل، مسند احمد، المکتبۃ الامام البخاری، 1990ء: 5/411۔

27۔ طبرانی، سلیمان بن احمد، المعجم الکبیر، مکتبہ تیمیہ، قاہرہ، 1994ء: 25/172۔